

از عدالت اعظمی

ہومی جہانگیر گھیتا

بنام

آمدنی ٹیکس کا کمشنر، بمبئی

تاریخ فیصلہ: 22 ستمبر 1960

(ایس کے داس، ایم ہدایت اللہ اور جے سی شاہ، جسٹسز)

انکم ٹیکس کی تشخیص - کسی معاملے کو بیان کرنے کے لیے ایپیل ٹریبونل کی طرف سے نامعلوم ذرائع سے آمدنی سے انکار - ہائی کورٹ کی طرف سے حوالہ کی ہدایت دینے سے خلاصہ انکار - قانون کا سوال، جب ٹریبونل - انڈین انکم ٹیکس ایکٹ، 1922 (1922 کا 11) کے حکم سے پیدا ہوتا ہے - 66 (2) .

اپیل کنندہ نے روپے کی قیمت کے اعلیٰ مالیت کے کرنسی نوٹوں کو ضبط کر لیا۔ 87، 500 اور انکم ٹیکس افسر نے متعلقہ سال کے لیے ریٹرن جمع کرانے کے لیے کہا۔ اپیل کنندہ نے مختلف مراحل پر مادی تفصیلات میں متضاد تین بیانات دیے کہ اسے رقم کیسے ملی۔ انکم ٹیکس افسر نے مؤقف اختیار کیا کہ رسید کی اصل نوعیت ظاہر نہیں کی گئی تھی، اسے کسی نامعلوم ذریعہ سے ہونے والی آمدنی کے طور پر مانا اور اسی کے مطابق اس کا جائزہ لیا۔ اسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس نے اپیل پر اس حکم کو برقرار رکھا۔ مزید اپیل پر، ایپیل ٹریبونل نے حقائق کا جائزہ لیا، اپیل کنندہ کے معاملے میں تضادات پر غور کیا اور تشخیص کے حکم کی تصدیق کی۔ ہائی کورٹ کے حوالے کے لیے درخواست اس کے تحت کی گئی ہے۔ 66 انڈین انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت، ٹریبونل نے فیصلہ دیا کہ اس کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور اسے مسترد کر دیا۔ اس کے بعد ہائی کورٹ نے اپیل کنندہ کا درخواست زیر دفعہ 66 (2) ایکٹ کو سرسری طور پر مسترد کر دیا۔ اُس کے خلاف اس عدالت سے اُس نے حکم کے خلاف اپیل کے لیے خصوصی اجازت اس عدالت سے حاصل کی گئی تھی اور اپیل میں تعین کے لیے واحد سوال یہ تھا کہ کیا ٹریبونل کے حکم سے قانون کے کسی سوال کا انکشاف ہوا ہے اور کیا ہائی کورٹ دفعہ 66 (2) ایکٹ کے تحت سرسری طور پر خارج کرنے کا حقدار تھا۔

مانا گیا کہ ٹریبونل کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا اور اپیل کو ناکام ہونا

چاہیے۔

یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ آیا اس عدالت کے ذریعے دھیرج لال گردھری لال بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، بمبئی، (1954) 26 آئی ٹی آر 736 اور عمر سلی محمد سیت بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، مدراس، (1959) 37 آئی ٹی آر 151 میں مقرر کردہ اصول کسی خاص معاملے پر لاگو ہوتے ہیں، ٹریبونل کے حکم کو مجموعی طور پر پڑھنا ضروری تھا تا کہ یہ طے کیا جاسکے کہ اس نے اپنے حتمی نتیجے پر پہنچنے میں مادی حقائق اور شواہد کے حق اور مخالفت پر مناسب طریقے سے غور کیا ہے یا نہیں اور کیا کسی غیر متعلقہ غور و فکر یا تعصب کے معاملے نے اس نتیجے کو خراب کیا ہے۔ ان فیصلوں کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ ٹریبونل کے حکم کی سزا کے لحاظ سے جانچ کی جانی چاہیے تاکہ یہاں ایک معمولی غلطی یا وہاں ایک غیر محتاط رائے کا پتہ چل سکے اور اس پر قانون کا سوال باقی رہے۔

}

دھیرج لال گردھری لال بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، بمبئی، (1954) 26-ٹی آر 736 اور عمر سلی محمد سیت بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، مدراس، (1959) 37 آئی ٹی آر 1551 کی وضاحت کی گئی۔

اگرچہ ٹیکس دہندہ کی طرف سے دی گئی وضاحت کو محض مسترد کرنا ہمیشہ رسید کی نوعیت کو قائم نہیں کرتا ہے، جہاں مسترد ہونے کے حالات ایسے ہیں کہ اس نتیجے کو مناسب طریقے سے بڑھایا جائے کہ رسید ایک آمدنی ہے، لیکن تشخیص کرنے والے حکام اس نتیجے کو کھینچنے کے حقدار ہیں۔ اس طرح کا اندازہ حقیقت کا ہے نہ کہ قانون کا۔

شہری اپیل کا عدالتی فیصلہ: 1958 کی سول اپیل نمبر 24۔

1956 کے آئی ٹی اے نمبر 49 میں سابق بمبئی ہائی کورٹ کے 4 اکتوبر 1956 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔

اپیل کنندہ کے لیے آر جے کولاہ، ایس این اینڈ لی، جے بی داداچھی، رامیشور ناتھ اور

پی ایل ووہرا۔

جواہر ہندہ کی جانب سے کے۔ این۔ راج گوپال شاستری اور ڈی۔ گپتا، 22 ستمبر 1960۔ عدالت کا فیصلہ

ایس۔ کے۔ داس۔ تشخیص سال: 1946 تا 1947 اپیل کنندہ ہومی جہانگیر گھیسٹا کی

کل آمدنی مبلغ 87.500 روپے پر انکم ٹیکس کا تخمینہ لگایا گیا۔ تحت دفعہ 23 (3) انکم ٹیکس ایکٹ، 1922۔ جن حالات میں اس کا اندازہ لگایا گیا وہ درج ذیل تھے۔

اپیل کنندہ کا مقدمہ یہ تھا کہ ایم۔ ایچ۔ سنجنا، اپیل کنندہ کے دادا، 10 مئی 1920 کو یا اس کے قریب انتقال کر گئے۔ سنجنا کی طرف سے چھوڑی گئی وصیت کی صداقت کے بارے میں اس کی بیوہ کرسٹ بائی اور اس کی پہلی بیوی کی طرف سے سنجنا کی بیٹی بائی جربانو کے درمیان قانونی چارہ جوئی تھی۔ بائی جربانو اپیل کنندہ کی ماں تھیں۔ قانونی چارہ جوئی سے سمجھوتہ کیا گیا اور اپیل کنندہ کی ماں کو سنجنا کی چھوڑی ہوئی جائیداد میں ایک تہائی حصہ ملا جس کی جائیداد کی کل قیمت تقریباً 9,88,000۔ بائی جربانو 1933 میں انتقال کر گئیں، انہوں نے اپنے شوہر جہانگیر جی (اپیل کنندہ کے والد)، اپنے بیٹے ہومی (اپیل کنندہ) اور آلونامی بیٹی کو چھوڑا۔ یہ کہا گیا تھا، اگرچہ اس کا کوئی ثبوت نہیں تھا، کہ بائی جربانو نے تقریباً 2,10,000 روپے کی جائیداد چھوڑی تھی جب وہ مر گئی۔ اپیل کنندہ اپنی ماں کی موت کے وقت نابالغ تھا۔

اس وقت اس کے دو چچا تھے، فیروز۔ شاہ اور کیکھسر و، فیروز شاہ خاندان کے سب سے بڑے رکن تھے۔ اس کی ماں کی موت پر جائیداد میں اپیل کنندہ کا حصہ 70,000 روپے تھا۔ فیروز شاہ نے اس کی ذمہ داری سنبھالی اور سرمایہ کاری کی۔ 12 دسمبر 1945 کو ان کا انتقال ہوا۔ فیروز شاہ کے چھوٹے بھائی اور اس کی وصیت پر عمل درآمد کرنے والوں میں سے ایک، کینکسر و نے فیروز شاہ کی جائیداد کی ذمہ داری سنبھالی۔ جب اس نے فیروز شاہ کا ایک سیف کھولا تو اسے ایک پیکٹ ملا جس پر اپیل کنندہ کا نام لکھا ہوا تھا۔ اس پیکٹ میں روپے کی قیمت کے اعلیٰ مالیت کے کرنسی 87,500 نوٹ تھے۔ 24 جنوری 1946 کو اپیل کنندہ نے ان نوٹوں کو نقدی کے لیے پیش کیا اور ایک اعلامیہ جاری کیا جو اس وقت ضروری تھا اور اعلامیہ میں اس نے کہا: "میری ماں کی میراث جس کا 1933 میں انتقال ہوا جب میں نابالغ تھا اور اس رقم کی سرمایہ کاری وقتاً فوقتاً میرے والد اور مرحوم چچا فیروز شاہ نے کی تھی جن کا حال ہی میں انتقال ہوا تھا۔

"جب اپیل کنندہ کو آمدنی کی طرف سے نوٹس موصول ہوا۔ ٹیکس افسر متعلقہ سال کے لیے اپنی آمدنی کا ریٹرن جمع کرانے کے لیے، اس نے "صفر" آمدنی ظاہر کرتے ہوئے ریٹرن جمع کرایا۔ جب ان سے اونچی قیمت کے نوٹوں کے بارے میں پوچھا گیا جو انہوں نے نقدی میں لیے تھے، تو انہوں نے 7 جنوری 1947 کے ایک خط میں کہا کہ ان کے چچا فیروز شاہ جو ان کی اقلیت کے دور میں ان کی جائیداد کا انتظام کرتے تھے، نے انہیں اور ان کے والد کو 87,500 روپے کی رقم سونپی۔ 1945 سالہ میں ان کی (یعنی فیروز شاہ کی) موت سے کچھ عرصہ

پہلے یا بعد میں دی گئی کہانی سے مختلف کہانی تھی، جس میں فیروز شاہ کی موت کے بعد کھسرو کے ذریعے سیف کو کھولنے اور اپیل کنندہ کے نام پر وہاں ایک پیکٹ ملنے کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ اپیل کنندہ نے 29 ستمبر 1949 کو انکم ٹیکس افسر کے سامنے حلف نامہ بھی دائر کیا، جس میں متضاد بیانات بھی تھے۔ ان کے سامنے موجود تمام مواد پر غور کرنے پر، انکم ٹیکس افسر نے اپیل کنندہ کا مقدمہ قبول نہیں کیا لیکن اس نتیجے پر پہنچا کہ 87,500 روپے کی رسید کی اصل نوعیت کا انکشاف نہیں کیا گیا۔ اس نے اس رقم کو اپیل کنندہ کی کسی ایسے ذریعے سے ہونے والی آمدنی کے طور پر مانا جو ظاہر نہیں کی گئی تھی اور اسی کے مطابق اس کا جائزہ لیا۔

اپیل کنندہ نے اسٹنٹ کمشنر انکم ٹیکس کے پاس اپیل کو دائر کیا۔

اپیل کے مرحلے پر اپیل کنندہ کے والد اور چچا کے بیانات انکم ٹیکس افسر، ڈی-11 وارڈ، بمبئی نے لیے اور اپیل کنندہ کے چچا کیکھسرو کا مزید بیان اپیل اتھارٹی نے لیا۔ یہ اختیار اسی نتیجے پر پہنچا جس پر انکم ٹیکس افسر پہنچا تھا۔

اس کے بعد انکم ٹیکس اپیلیٹ ٹریبونل میں اپیل کی گئی، جس نے مقدمے کے حقائق کا دوبارہ جائزہ لیا۔ ٹریبونل نے اپیل کنندہ کی طرف سے بنائے جانے والے مقدمے میں درج ذیل درآمدی اہم تضادات کی نشاندہی کی:-

(i) تشخیص کنندہ کی طرف سے 24-1-1946 کے اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ ماں کی میراث "میرے والد اور میرے مرحوم چچا فیروز شاہ نے" لگائی تھی۔ اس کے 7-1-1947 کے خط میں کہا گیا ہے کہ اس کے چچا (یعنی فیروز شاہ) صرف اپنی جائیداد کا انتظام کرتے تھے۔ اس تغیر کا مقصد ظاہر ہے کہ اپنے والد کو تکلیف دہ جانچ سے بچانا ہے۔ چچا پہلے ہی اپنے ابدی گھر کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔

(ii) 7-1-1947 کے تاریخ کے ایسیسی لیٹر میں کہا گیا ہے کہ چچا فیروز شاہ نے اپنی موت سے پہلے مجھے اور میرے والد کو رقم سوپنی تھی۔ 29-9-1949 کا حلف نامہ ایک اور کہانی بتاتا ہے، یعنی۔ فیروز شاہ کی موت کے بعد وصی دینے والے کھسرو نے رقم ٹیکس دہندہ کے حوالے کر دی۔ مذکورہ حلف نامے کے ایک اور حصے میں کہا گیا ہے کہ مذکورہ وصی نے ٹیکس دہندہ کے والد کو رقم سوپنی۔ حلف نامہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ اعلیٰ مالیت کے نوٹوں کے حوالے سے بطور وضاحت اس کے والد کی طرف سے دی گئی معلومات پر بنایا گیا تھا۔ ٹیکس دہندہ۔ بیٹا کہیں بھی کسی "پیکٹ پیکٹ" کا حوالہ نہیں دیتا۔ "دستاویز میں"، "پیکٹ" کا نظریہ صرف اس وقت بیان

کیا گیا جب وہ 22-2-1952 پر انکم ٹیکس افسر کے سامنے پیش ہوا۔
 (iii) 22-2-1952 کے اپنے بیان میں مسٹر کائی خسرو کا کہنا ہے کہ انہیں "ایک لفافہ ملا جس میں 87,500 روپے تھے پایا۔ میں نے اس رقم کی ذمہ داری سنبھالی اور وہ رقم ہومی کے حوالے کر دی۔" اپیلٹ اسٹنٹ کمشنر ایچ رینج کے سامنے، اسی مسٹر کائی خسرو نے بعد میں کہا:
 "میں نے پیکٹ جیسے تھے ویسے ہی حوالے کر دیے" میں نے نوٹوں کو شمار نہیں کیا اور نہ ہی مواد کی تصدیق کی۔"

ایگزیکٹو کیٹیکسرو کی طرف سے "رسیدیں" اور "فہرست" کے طور پر دیئے گئے کچھ جوابات سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے معقول احتیاطی تدابیر بھی نہیں اختیار کیں جو ایک عام آدمی لے گا، کسی وصی کی بات ہی نہیں۔ "اس کے بعد ٹریبونل نے اپنے نتیجے کا اظہار اس طرح کیا:
 "ان حالات میں ہمیں یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہے کہ ٹیکس دہندہ 87,500 روپے کی رقم کے منبع کی تسلی بخش وضاحت کرنے میں بری طرح ناکام رہا ہے۔ اس پر آمدنی کے طور پر مناسب طریقے سے ٹیکس لگایا جاتا ہے۔" اس نے 7 اکتوبر 1955 کے اپنے حکم نامے کے ذریعے اپیل کو مسترد کر دیا۔

اس کے بعد اپیل کنندہ نے قانون کے کچھ سوالات ہائی کورٹ کو بھیجنے کے لیے ٹریبونل کا رخ کیا، جو اپیل کنندہ کے مطابق ٹریبونل کے حکم سے پیدا ہوئے۔ ٹریبونل نے فیصلہ دیا کہ اس کے 7 اکتوبر 1955 کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا، اور اس کے 8 مارچ 1956 کے حکم سے، اپیل کنندہ کی درخواست کو اس کے تحت حوالہ کے لیے مسترد کر دیا گیا۔

دفعہ 66 انکم ٹیکس ایکٹ، 1922۔ اپیل کنندہ نے اس کے تحت ایک پٹیشن کے ذریعے بمبئی ہائی کورٹ کا ناکام رخ کیا۔ دفعہ 66 (2) اس عرضی کو ہائی کورٹ نے 4 اکتوبر 1956 کو مختصر طور پر خارج کر دیا تھا۔ اس کے بعد اپیل کنندہ نے اس عدالت میں اپیل کرنے کے لیے خصوصی اجازت کے لیے درخواست دائر کی۔ 3 دسمبر 1956 کے ایک حکم کے ذریعے، اس عدالت نے 14 اکتوبر 1956 کے بمبئی ہائی کورٹ کے حکم سے اس عدالت کو اپیل کرنے کی خصوصی اجازت دے دی، لیکن اس مرحلے پر ٹریبونل کے 7 اکتوبر 1955 اور 8 مارچ 1956 کے احکامات سے اپیل کرنے کی خصوصی اجازت کی درخواست پر کوئی حکم نہیں دیا۔

موجودہ اپیل اس عدالت کی طرف سے دی گئی خصوصی اجازت کے مطابق دائر کی گئی ہے۔ غور کے لیے مختصر نقطہ یہ ہے کہ کیا ہائی کورٹ نے درخواست دفعہ 66 (2) کے تحت سرسری

طور مسترد کر کے اچھا کیا ہے؟ دوسرے لفظوں میں، کیا ٹریبونل کے 17 اکتوبر 1955 کے حکم میں، اس کے باوجود، قانون کا کوئی سوال اٹھایا گیا تھا؟۔ اپیل کنندہ کی جانب سے یہ دلیل دی گئی ہے کہ اس عدالت کی طرف سے دھیرج لال گردھری لال، بمقابلہ انکم ٹیکس کمشنر، بمبئی (1) میں مقرر کردہ اصول لاگو ہوتے ہیں، کیونکہ اگرچہ آخری فیصلہ بھی تھا کیا

(1)(1954)26 آئی آئی آر 736

ٹریبونل حقیقت کے سوال پر حتمی ہوتا ہے، قانون کا مسئلہ اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب ٹریبونل ایسے مواد پر غور کر کے اپنے فیصلے پر پہنچتا ہے جو انکوائری سے غیر متعلقہ ہے، یا ایسے مواد پر غور کر کے جو جزوی طور پر متعلقہ اور جزوی طور پر غیر متعلقہ ہے، یا اپنے فیصلے کو جزوی طور پر قیاس آرائیوں، قیاس آرائیوں اور شکوک و شبہات پر مبنی کرتا ہے۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس کے باوجود ٹریبونل کا فیصلہ مذکورہ بالا تینوں نقائص سے دوچار ہے۔

اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے حکم کے اس حصے کی شکایت کی ہے جس میں اپیلٹ ٹریبونل کہتا ہے: "ہمیں یہ بھی نہیں بتایا گیا کہ متوفی پچانے، اگر اس نے نابالغ کے پیسے کی ذمہ داری سنبھالی تھی، تو اسے بائی آلو کے حوالے کیوں نہیں کیا جب وہ 1939 میں بڑی ہو گئی تھی یا یہاں تک کہ جب اس کی شادی 1944 میں ہوئی تھی۔" یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک غیر متعلقہ غور تھا، اور بائی آلو نے خود 22 فروری 1952 کو انکم ٹیکس آفیسر، ڈی-11 اور ڈی، بمبئی کے سامنے ایک بیان دیا، جس میں انہوں نے ان حالات کی نشاندہی کی کہ انہیں بھی کیسے 85,000 روپے کی رقم ملی۔ مؤخر الذکر کی موت سے پہلے اس کے چچا فیروز شا سے اس نے مزید کہا کہ اس نے انکم ٹیکس افسر کو ریٹرن بھی جمع کرایا لیکن موصولہ رقم پر اس کی کوئی تشخیص نہیں کی گئی۔ اپیل کنندہ کے فاضل وکیل کی دلیل یہ ہے کہ یہ ایک متعلقہ غور نہیں تھا کہ فیروز شا نے 1939 یا 1944 میں بائی آلو کو رقم کیوں نہیں سونپی، اور اگر بائی آلو کے بیانات پر غور کیا جانا تھا، تو وہ اپیل کنندہ کے حق میں تھے جتنا کہ بائی آلو پر موصول ہونے والی رقم کے حوالے سے کوئی تشخیص نہیں کی گئی تھی۔ ہم یہ نہیں سمجھتے کہ بائی آلو کے بیان کے سلسلے میں ٹریبونل کی طرف سے مذکور حالات غیر متعلقہ تھے۔ ٹریبونل کو جس بات پر غور کرنا پڑا وہ اس کہانی کی درستگی یا بصورت دیگر تھی جس میں کہا گیا تھا کہ ماں نے 2,10,000 روپے چھوڑے ہیں۔ جس میں سے ہر ایک وارث کو ایک تہائی حصہ ملتا تھا۔ ٹریبونل کو کہانی کے ہر پہلو پر غور کرنا پڑا تاکہ اس کے امکانات کا اندازہ لگایا جاسکے اور اس نقطہ نظر سے یہ ایک متعلقہ غور تھا کہ بائی آلو کے پیسے اس وقت کیوں ادا نہیں کیے

جاتے تھے جب وہ بڑی ہو گئی تھی یا جب اس کی شادی ہوئی تھی۔ یہ بھی ایک متعلقہ غور تھا کہ اپیل کنندہ کے والد نے اپنے حصے کی رقم کے ساتھ کیا کیا اور ٹریبونل نے صحیح طور پر نشاندہی کی کہ والد نے "سرمایہ کاری کے اختلاط" کے تحت احاطہ کیا۔ کہانی کے امکان کا اندازہ لگانے کے لیے یہ متعلقہ غور و فکر تھے۔ ٹریبونل نے یہ بھی صحیح طور پر نشاندہی کی کہ یہ حقیقت کہ بائی آلو کا جائزہ نہیں لیا گیا تھا اس کہانی کو مزید ممکنہ نہیں بناتا ہے۔

ٹریبونل نے اپنے حکم میں کہا کہ انکم ٹیکس افسر نے والد کو 23 جون 1950 کو ان کے سامنے پیش ہونے کے لیے سمن جاری کیا تھا۔ والد سمن کی تعمیل کرنے میں ناکام رہے۔ یہ حالات، یہ استدلال کیا جاتا ہے، اپیل گزار کے خلاف استعمال نہیں کیا جانا چاہیے تھا، کیونکہ ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ اگلے دن حاضری کے لیے 22 جون 1950 کو والد کو سمن جاری کیا گیا تھا اور والد نے ایک خط لکھا جس میں کہا گیا تھا کہ اگلے دن حاضر ہونا ان کے لیے ممکن نہیں تھا اور اس لیے انہوں نے دوسری تاریخ طلب کی۔ ہمیں نہیں لگتا کہ یہ حالات ٹریبونل کے حکم کو خراب کرتے ہیں جو اس کے خلاف جاری کیے گئے سمن کی ناکامی سے کہیں زیادہ ٹھوس بنیادوں پر مبنی تھا۔ اصل میں والد سے بعد میں پوچھ گچھ کی گئی اور ان کے بیانات پر غور کیا گیا۔ ٹریبونل کی طرف سے پیش کی گئی ایک بات یہ تھی کہ اس بارے میں کوئی وضاحت سامنے نہیں آرہی تھی کہ بچا نے اپیل گزار اور اس کی بہن کے حصے کی ذمہ داری کیوں سنبھالی جب ان کے والد زندہ تھے اور والد نے اپنے بچوں سے تعلق رکھنے والے رقم کی تحویل اور انتظام کے معاملے میں خود کو کیوں ختم ہونے دیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صورتحال بھی ایک متعلقہ غور تھا، اور اگر والد وضاحت دینے کی حالت میں تھے، تو انہیں ایسا اس وقت کرنا چاہیے تھا جب انہوں نے 8 فروری 1952 کو انکم ٹیکس آفیسر، ڈی-11 وارڈ، بمبئی کے سامنے اپنا بیان دیا تھا۔

ٹریبونل کہتا ہے: "ہمیں یہ بھی بتایا گیا کہ ٹیکس دہندہ 1943 اور 1950 کے درمیان اپنی تعلیم حاصل کر رہا تھا اور اس طرح اسے کوئی آمدنی حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا۔ بمبئی جیسی جگہ اور خاص طور پر ایک تاجر کے خاندان میں، ایک شخص سیکھنے پر بھی کما سکتا ہے۔" ٹریبونل کے ان مشاہدات پر اپیل کنندہ کے فاضل وکیل نے بہت سنجیدگی سے تبصرہ کیا ہے۔ فاضل وکیل نے کہا ہے کہ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے حکام کے ٹیٹوفلیٹ اپیل کنندہ کے ذریعے 1950 تک پیش کیے گئے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ 1950 تک طالب علم تھا اور ٹیٹوفلیٹ دیکھنے کے بعد ٹریبونل کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا کہ۔ "ہمیں بھی بتایا گیا تھا وغیرہ"۔ فاضل وکیل کے

مطابق اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹریبونل کا نتیجہ تعصب سے رنگا ہوا تھا۔ ہم متفق نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ بھی لیا جائے کہ اپیل کنندہ نے تسلی بخش طور پر ثابت کیا کہ وہ 1950 تک طالب علم تھا، تو ہمیں نہیں لگتا کہ اس سے اس مسئلے کے مرکزی سوال کے حوالے سے کوئی حقیقی فرق پڑتا ہے، جو یہ تھا کہ آیا اپیل کنندہ کو 70,000 روپے کی رقم ملی تھی۔ اس کی ماں کی جائیداد سے 1945 میں سرمایہ کاری کے ذریعے 87,500 بڑھا کر دیا گیا۔ ٹریبونل نے صحیح طور پر نشاندہی کی کہ ماں کی طرف سے چھوڑی گئی جائیداد کی قیمت کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا، حالانکہ اس بات کا کچھ ثبوت موجود ہے کہ ماں نے اپنے والد سجنجا کی جائیداد سے کیا حاصل کیا؛ اور نہ ہی ایسی سرمایہ کاری کا کوئی ثبوت ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کی گئی تھی جس کی وجہ سے کی اصل رقم میں اضافہ 70,000 تجاوز کر گئی۔ یہ دلیل دی گئی ہے کہ ٹریبونل کی طرف سے یہ کہنا محض ایک قیاس تھا کہ بمبئی جیسی جگہ پر کوئی شخص سیکھنے پر کما سکتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ٹریبونل اس سلسلے میں غلط ہے، ہم نہیں سمجھتے کہ یہ کسی نتیجے کا معاملہ ہے۔

ہمیں مجموعی طور پر ٹریبونل کے حکم کو اس بات کا تعین کرنے کے لیے پڑھنا چاہیے کہ آیا ٹیکس دہندہ کے حق میں اور اس کے خلاف ہر مادی حقیقت پر منصفانہ اور مناسب احتیاط کے ساتھ غور کیا گیا ہے؛ کیا حتمی نتیجے پر پہنچنے میں ثبوت کے حق میں غور کیا گیا ہے؛ اور کیا ٹریبونل کے ذریعے اخذ کردہ نتیجہ غیر متعلقہ تحفظات یا تعصب کے معاملات سے رنگا ہوا ہے۔ اپیل کنندہ کے فاضلو کیل نے ہمیں ٹریبونل کے پورے حکم کے ساتھ ساتھ ان متعلقہ مواد کے بارے میں بھی بتایا ہے جن پر یہ مبنی ہے۔ ٹریبونل کے حکم اور ان مواد کی جانچ پڑتال کرنے کے بعد، ہم اپیل گزار کے وکیل سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ ٹریبونل کے حکم کو دھیر جلال گردھری لال بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، بمبئی (1) یا عمر سلے محمد سیت بمقابلہ کمشنر انکم ٹیکس، مدراس (1) میں ظاہر کردہ کسی بھی نقائص سے

بگاڑا گیا ہے۔ (1) (1954) 26 آئی ٹی آر 736 بنا چاہیے۔ (2) (1959) 37 آئی ٹی آر۔ 151۔

ہمیں یہ واضح کرنا ہے کہ ہم نہیں سمجھتے کہ ان فیصلوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ ٹریبونل کے حکم کی سزا کے لحاظ سے، خوردبین کے ذریعے جانچ پڑتال کی جانی چاہیے، تاکہ یہاں ایک معمولی غلطی یا وہاں ایک غیر محتاط رائے کا پتہ لگایا جاسکے جسے ایک کھبے کے طور پر استعمال کیا جاسکے جس پر قانون کے مسئلے کو لٹکا جاسکے۔ ہمارے سامنے پیش کردہ دلائل کے پیش نظر شاید یہ شامل کرنا ضروری ہے کہ مبینہ یا ثابت شدہ حقائق سے پیدا ہونے والے امکانات پر مناسب طریقے سے غور کرتے ہوئے ٹریبونل قیاس آرائیوں، یا شکوک و شبہات میں ملوث نہیں ہوتا ہے۔

ہمارے سامنے یہ بھی دلیل دی گئی ہے کہ اگرچہ اپیل کنندہ کی وضاحت 87,500 روپے کی رقم کے بارے میں ہے قبول نہیں کیا جاتا، محکمہ نے کسی بھی براہ راست ثبوت سے یہ ثابت نہیں کیا کہ یہ رقم اپیل کنندہ کے ہاتھ میں آمدنی تھی۔ ہمیں نہیں لگتا کہ ہمارے سامنے والے معاملے جیسے معاملے میں محکمہ کو براہ راست ثبوت کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی ضرورت تھی کہ 87,500 آمدنی اپیل کنندہ کے ہاتھ میں تھی۔ درحقیقت، ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ تمام معاملات میں نہیں ہے کہ ٹیکس دہندہ کی وضاحت کو محض مسترد کرنے سے، آمدنی کے طور پر کسی خاص رسید کی نوعیت کو قائم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جہاں مسترد ہونے کے حالات ایسے ہیں کہ صرف مناسب اندازہ یہ ہے کہ رسید کو ٹیکس دہندہ کے ہاتھ میں آمدنی کے طور پر سمجھا جانا چاہیے، اس کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ تشخیص کرنے والے حکام کو اس طرح کا اندازہ نہیں لگانا چاہیے۔ اس طرح کا اندازہ حقیقت کا نتیجہ ہے نہ کہ قانون کا۔

اوپر دی گئی وجوہات کی بنا پر ہمارا خیال ہے کہ ٹریبونل کے حکم سے قانون کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا اور ہمیں بمبئی ہائی کورٹ کے 4 اکتوبر 1956 کے فیصلے اور حکم میں مداخلت کی کوئی بنیاد نظر نہیں آتی۔ اس کے مطابق اپیل ناکام ہو جاتی ہے اور اخراجات کے ساتھ مسترد کر دی جاتی ہے۔

اپیل مسترد کر دی گئی۔